خصوصی افراد کے حقوق: اسلامی تعلیمات کا مطالعہ

Rights of Special People: A Study of Islamic *Sharīʻah*

Nassar Mahmood

Doctoral Candidate, Islamic Studies, The Islamia University, Bahawalpur

Dr. Munir Ahmad

Assistant Professor of Islamic Studies, The Islamia University Bahawalpur

Abstract

Rights of special people have been explained in the light of Islamic *Sharīʻah* in this research article. Islam not only endorses the rights of special people but also makes sure that they should get them in a systematic manner also. The efforts for the grant of rights of special people reach back to a few decades in the modern age, Whereas Islam made sure that these rights are granted more than fourteen hundred years ago taking care that they should be implemented too. Special rights granted to persons with disabilities have also been discussed with regard to prayers, limitations (حدود), blood money, justice and social laws. Acknowledging their presence in society, Islam ensured the preservation of their rights and removed the problems and difficulties in the wake of granting their rights, Islam also saw to it that proper waivers be in place in the case of their not being able to meets their obligations. Islamic jurisprudents have used terms like ease(التيسير), reduction (التخفيف),waiver(الترخيص) and flexibility(التوسعة) etc. for them.

Key words: Rights, special people, Islamic teachings

تمہید

اہل مغرب کے ہاں بین الاقوامی سطح پر خصوصی افراد کے حقوق کے لیے کوششوں کا آغاز 1970ء کی دہائی شروع ہوا۔ ان آئینی اور قانونی کوششوں میں پہلی کوشش ذہنی صلاحیتوں کے لحاظ سے متاثر افراد کے لیے Declaration on the Rights of Mentally Retarded Persons in 1971 کی شکل میں کی گئی۔ تمام قسم کی معذوریوں کے حامل افراد کے حقوق کے حوالے سے پہلی قانون سازی اور اس کی مختصر کوشش جو ۳۱ دفعات پر مشتمل تھی جو Declaration on the Rights of Disable Persons in 1975 کی شکل میں ہوئی۔ خصوصی افراد کے حوالے سے سب سے مفصل کوشش Convention on the Rights of Persons with Disabilities in 2006 کے بل میں گئی۔ جبکہ دینِ اسلام نے چودہ سو سال سے زائد عرصہ قبل گہرے اور ہمہ گیر انسانی حقوق کا نہ صرف تصور دیا بلکہ اس کو نفاذ کا بھی عملی جامہ پہنایا اور اس تصور کو قیامت تک کے لیے محفوظ بنانے کے لیے اس کے گرد بہت سی ضمانتوں کا ایک مضبوط قلعہ قائم کر دیا اس نے اپنے معاشرے کو ایسے اصول و قوانین اور مبادیات میں ڈھال دیا جو ان حقوق کے پروان چڑھنے اور مضبوط ہونے میں مدومعاون بن سکیں۔ لیکن اسلام نے ان افراد کے بنیادی حقوق کو محفوظ بنانے اور حقوق وفرائض کی ادائیگی کے دوران پیش آنے والی حرج، تنگی اور مشقت کو دور کرنے کے لیے رخصت کی مختلف نوعیتوں کے ساتھ خصوصی حقوق کا اہتمام کیا ہے۔ جن کو فقہائے کرام نے التیسیر، التخفیف، الترخیص، التوسعۃ اور رفع الحرج کا نام دیا ہے۔ جن پر بہت سی آیات اور احادیث دلالت کرتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (**يُرِيدُ اللّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ**)[1] اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتے ہیں تنگی کا نہیں۔ فرمان نبوی ﷺ ہے: "**ان الله شرع الاسلام فجعله سمحا سهلا واسعا ولم يجعله ضيقا**"[2] "بے شک اللہ تعالیٰ نے اسلام کو شریعت قرار دیا ہے اس کو نرم آسان اور وسعت والا بنایا ہے اور اس کو تنگ نہیں بنایا۔" اس سے متعلق فقہائے کرام نے چند مشہور فقہی قواعد بھی متعارف کروائے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں: **المشقة تجلب التيسير، الضرر يزال، الميسور لا يسقط، ان الامر اذا ضاق بالميسور اتسع۔** المشقۃ تجلب التیسیر کے بارے میں مشہور فقیہ ابن نجیمؒ علمائے اصول فقہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: " **قال العلماء: يتخرج على هذه القاعده جميع رخص الشرع و تحفيفاته**"[3] علماء فرماتے ہیں کہ اس قاعدے کے تحت شریعت کی تمام رخصتیں اور تخفیفات آسکتی ہیں۔" فقہائے کرام نے اسلام کے نظام رخصت کے تحت تخفیفات کو مندرجہ ذیل سات اقسام میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ **تخفیف اسقاط کالاسقاط:** یہ ان عذر کی صورت میں ہے وہ عذر جو مستقل طور پر پیش آتے ہوں۔ مثلاً حیض، نفاس وغیرہ۔

۲۔ **تخفیف تنقیص:** جیسے سفر میں نماز کا قصر ہو جانا وغیرہ۔

۳۔ **تخفیف ابدال کابدال:** جیسے عذر کی صورت میں پانی سے وضو اور غسل کا مٹی کے ساتھ تیمّم کرنا، نماز کے قیام کا بیٹھ کر، لیٹ کر اور رکوع اور

سجدے کا اشارے کے ساتھ تبدیل ہو جانا اور روزے کا کھانے کے ساتھ کفارے سے بدل جانا وغیرہ۔

۴۔ **تخفیف تقدیم:** عرفات میں نمازوں کا جمع کرنا، زکوٰۃ کا سال گزرنے سے پہلے ادا کر دینا۔ وغیرہ

۵۔ **تخفیف تاخیر:** مزدلفہ میں نمازوں کا جمع کرنا۔ مسافر اور مریض پر رمضان کے روزوں کا دوسرے دنوں میں رکھنا وغیرہ۔

۶۔ **تخفیف ترخیص:** ممنوع چیزوں سے علاج وغیرہ

۷۔ **تخفیف تغییر:** جنگ کے دوران صلاۃ الخوف وغیرہ کا طریقہ کار[4]

خصوصی افراد کے چند اہم بنیادی حقوق اور ان کو محفوظ بنانے کے متعارف کروائے جانے والے خصوصی حقوق کو اسلامی تعلیمات روشنی میں تذکرہ کیا جائے گا۔

نظامِ عبادات اور خصوصی افراد کے حقوق

اللہ تعالیٰ نے جہاں انسان کو اپنی بندگی کے حصول کے لیے عبادات کا نظام متعارف کروایا ہے۔ جب انسان اپنی بیماری اور معذوری کی بنا پر عبادات کو ادا کرنے سے قاصر ہو جاتا ہے تو وہاں پر رخصتوں اور آسانیوں کے تکوینی اہتمام، انتظام و انصرام کرکے اپنائیت کا تصور بھی دیا ہے۔

شریعت اسلامی نے پانی کی عدم موجودگی یا بیماری کے بڑھنے کے اندیشے کی صورت میں وضو کی جگہ تیمّم کی سہولت متعارف کروائی ہے۔ اور ایسی صورت میں تخفیف ابدال کالابدال کا حق دیا ہے۔ جیسے پانی کے ساتھ وضو اور غسل کے حکم کو تیمّم کے ساتھ تبدیل کر دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> وَإِن كُنتُم مَّرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاء أَحَدٌ مَّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لاَمَسْتُمُ النِّسَاء فَلَمْ تَجِدُواْ مَاء فَتَيَمَّمُواْ صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُواْ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ مَا يُرِيدُ اللّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَكِن يُرِيدُ لِيُطَهَّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ[5]
>
> اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کرکے آئے یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو بس اس پر ہاتھ مار کر اپنے منہ اور ہاتھوں پر پھر لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تم پر زندگی کو تنگ نہیں کرنا چاہتا۔ اور لیکن وہ تمہیں پاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور تاکہ تم پر اپنی نعمت کو پورہ کرے۔

اس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"عن جابرؓ قال خرجنا فی سفر فاصاب رجلا منا حجر فشده فی راسه ثم احتلم فسأل اصحابه فقال هل تجدون لی رخصة فی التیمم؟ قالوا ما نجد لك رخصة وانت تقدر علی الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا علی النبی ﷺ اخبر بذلك فقال قتلوه قتلهم الله الا سألوا اذ لم یعلموا فانما شفاء العی السؤال انما كان یكفیه ان یتیمم و یعصب علی جرحه خرقةثم یمسح علیهاو یغسل سائر الجسد"[6]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم سفر پر نکلے تو ہم میں سے ایک آدمی کو پتھر لگا اور اس کا سر زخمی ہو گیا۔ تو رات کو اس کو احتلام ہو گیا تو اس نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کیا آپ نزدیک میرے لیے تیمّم کی رخصت ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم تیرے لیے کوئی رخصت نہیں رکھتے اور تجھے پانی سے غسل کرنا پڑے گا تو اس نے غسل کیا تو وہ فوت ہو گیا۔ جب ہم آپ ﷺ کے پاس آئے تو بات کی خبر رسول اکرم ﷺ کو دی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے اس کو قتل کر دیا۔ اللہ انہیں قتل کرے۔ جب تمہیں کسی بات کا علم نہ ہو تو سوال کرو۔ بے شک لاعلمی کا علاج سوال ہے۔ اس کے لیے اتنا کافی تھا کہ وہ تیمّم کر لیتا یا اپنے زخم پر کپڑے کا ٹکڑا رکھ لیتا پھر اس پر مسح کرتا اور پورے جسم پر پانی بہا لیتا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ تیمّم کے حکم کے بارے بیان کرتے ہیں:

"والذي علیه الجمهور انه لا یشترط فیه خوف الهلاك، بل من كان الوضوء یزید مرضه، اویؤخر براه یتیمم وكذلك فی الصیام و الاحرام، ومن یتضرر بالماء لبرد فهو كالمریض عند الجمهور"[7]

(مندرجہ بالا آیت تیمّم کی وضاحت میں لکھتے ہیں) میری بھی وہی رائے ہیں جو جمہور کی رائے ہے کہ تیمّم کے لیے صرف ہلاکت کے خوف کی شرط نہیں لگائی جا سکتی ہے۔ بلکہ وضو کرنے سے مرض میں زیادتی ہو سکتی ہے یا صحت یابی میں تاخیر ہو سکتی ہو اور اسی طرح یہی حکم روزوں اور احرام کے بارے میں بھی ہے۔ جس کو سردی کی وجہ سے پانی نقصان دے وہ بھی جمہور کے نزدیک مریض کے حکم میں ہے۔ معروف فقیہ ابن نجیم حنفیؒ تیمّم کی وجوہات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"واما جواز التیمم للخوف من شدة البرد للجنابة فالمراد من الخوف، الخوف من الاغتسال علی عضو من اعضاه او من حصول المرض"[8]

اور مزید وضاحت کرتے ہوئے قاعدہ فقہیہ **ماجاز لعذر بطل بزواله** کے بیان کرتے ہیں کہ وضو اور غسل کے لیے تیمّم کا حکم اس وقت تک ہے جب تک عذر باقی ہے۔ جب عذر ختم ہو جائے تو رخصت کا حکم بھی ختم ہو جاتا ہے۔[9]

المختصر شریعت اسلامیہ کی نصوص کے مطالعے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ کوئی بھی حکم جو شریعتِ اسلامیہ میں فرض یا واجب ہوتا ہے۔ جب ان احکاماتِ شریعہ میں سے کوئی بھی حکمِ شرعی خصوصی (معذور) افراد کی بساط سے بالاتر ہو جاتا ہے تو شریعت اسلامیہ نے معذور افراد کے لیے رخصتوں اور تخفیفات کے ساتھ مکمل اجر وثواب کا حکم بھی صادر فرمایا ہے۔

جہادی ودفاعی ذمہ داریوں اور خصوصی افراد کے حقوق

اسلامی تعلیمات کے مطابق اسلامی ریاست کے فروغ اور غلبہ دین حق کے لیے جہاد کو فرض قرار دیا ہے تاہم خصوصی افراد کو اس کلیدی اور بنیادی ذمہ داری سے مستثنیٰ قرار دیا گیا اور جہاد کے حکم کو رخصت کے ذریعے ان سے ساقط کر دیا ہے۔

فقہائے کرام نے پانچ شرائط کے ساتھ جہاد کو مشروط کیا ہے ان میں سے ایک شرط کے عدم کی صورت میں استثناء حاصل ہے۔ وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ مذکر ہو۔ عورت پر جہاد فرض نہیں ہے۔ ۲۔ آزاد ہو۔غلام پر جہاد فرض نہیں۔

۳۔ بالغ ہو۔ بچے پر جہاد فرض نہیں۔ ۴۔ عقل رکھتا ہو۔ مجنون پر جہاد فرض نہیں ہے۔آپ ﷺ کے فرمان کی وجہ سے انہیں تخفیف اسقاط کلا اسقاط حاصل ہے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے: **رفع القلم عن ثلاث عن النائم حتى يستيقظ وعن الصغير حتى يكبر وعن المجنون حتى يعقل او يفيق**"[10]

تین لوگ مرفوا القلم ہیں۔ سویا جب تک نیند سے بیدار نہ ہو جائے، بچہ جب تک جوان نہ ہو جائے اور مجنون جب تک عقل مند نہ ہو جائے۔

۵۔ استطاعت رکھتا ہو۔اللہ تعالیٰ کے فرمان کی وجہ سے معذور افراد کو تخفیف اسقاط کلا اسقاط حاصل ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> **(لاَيَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُوْلِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً وَكُلاًّ وَعَدَ اللّهُ الْحُسْنَى وَفَضَّلَ اللّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا)**[11]
>
> اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور مومن اور بغیر عذر کے بیٹھ رہنے والے مومن برابر نہیں ہو سکتے۔اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے درجوں میں بہت فضیلت دے رکھی ہے اور یوں تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو خوبی اور اچھائی کا وعدہ دیا ہے۔ لیکن مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بہت بڑے اجر کی فضیلت دے رکھی ہے۔

اس کی وضاحت نبی اکرم ﷺ کے فرمان سے بھی ہو جاتی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: **"عن انس ﷺ ان النبی کان فی غزاة فقال ان اقواما بالمدینة خلفنا ما سلکنا شعبا ولا وادیا الا وهم معنا فیه حبسهم العذر۔**[12]" حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ کسی غزوہ میں تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ میں کچھ افراد ایسے ہیں جنہوں نے ہماری کوئی گھاٹی یا وادی عبور نہیں کی لیکن وہ ہمارے ساتھ اور ان کو عذر نے روکا ہوا تھا۔ موجودہ دور میں جنگ وجدل اور جہاد کے نئے طور طریقے کو دیکھ کر بندہ ناچیز اس حق استثناء کو خصوصی افراد کے خصوصی رحمت اور مہربانی کا معاملہ سمجھتا ہے جب جنگ وجدل ٹیکنالوجی کی جنگیں بن گئیں ہیں اور کسی طرح ان کی زندگیوں کو محفوظ بنایا دیا ہے۔

معاملات اور خصوصی افراد کے حقوق

اسلام خصوصی افراد کی معاملات کرنے کا حق بھی عطا کرتا ہے۔ تاکہ وہ معاشرے پر بوجھ بننے کی بجائے خود کفیل ہو کر معاشرے کی تعمیر وترقی میں مثبت کردار ادا کریں۔ آپ ﷺ کے ایک ساتھی حبان بن منقذؓ اڈھیر عمر کے ساتھ دماغ میں چوٹ کی وجہ سے حافظہ میں کمزوری اور زبان میں ثقل (الفاظ کو صحیح طور پر نہ ادا کر سکنا) بھی تھا لیکن وہ تجارت کرنے کے حد درجہ تک شوقین تھے اور آپ ﷺ کے پاس آئے اپنی صورت حال بیان کی تو آپ ﷺ نے کچھ ہدایات کے ساتھ تجارت کرنے کی اجازت دے دی جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے:

> **"عن ابن عمر ﷺ کان حبان بن منقذ رجلاً ضعیفاً وکان سقع فی راسه مامومة فجعل النبی ﷺ له الخیارفیما اشتری ثلاثاً وکان ثقل لسانه فقال له النبی ﷺ بع و قل لا خلابة قال کنت اسمعه یقول لا خذابة لا خذا۔"**[13]
>
> حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حبان بن منقذؓ ضعیف العمر تھے اور ان سر پر مامومہ زخم تھا اور خرید وفروخت میں رسول اکرم ﷺ نے اسے تین دن کا اختیار تھا اور ان کی زبان میں ثقل تھا آپ ﷺ نے اسے حکم فرمایا کہ جب بھی تو خرید وفروخت تو یہ الفاظ کہوں "لاخلابۃ"۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں میں نے اسے یہ الفاظ کہتے ہوئے سنا **"لا خذابة لا خذابة"** اس سے پتا چلتا ہے کہ اسلام کی طرف سے عطا کردہ حق بیع اختیار کا حق خصوصی افراد کو ضرر رسانی سے بچانے کے لیے ہے جس سے یہ افراد کاروبار میں دوھوکہ دہی کے معاملات محفوظ ہو گئی ہیں۔ اسلام خصوصی افراد کو جہاں معاشی حق دیتا ہے وہاں پر ان کو خصوصی حقوق بھی عطا کرتا ہے۔

(i) سرپرست کے تعین کا حق

خصوصی افراد جہاں پر اپنا نظامِ معیشت کو مستحسن طریقے سے نہیں چلا سکتے وہاں پر ان کے لیے سرپرست کا تعین کا حق عطا کرتا ہے۔ شریعت کا اصل مقصد ان افراد کو ضرر سے بچانا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(وَلاَ تُؤْتُواْ السُّفَهَاء أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّهُ لَكُمْ قِيَاماً وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُواْ لَهُمْ قَوْلاً مَّعْرُوفًا)[14]

اور متاثرہ ذہنی استطاعت افراد کو اُن کا مال جسے اللہ نے تم لوگوں کیلئے سبب معیشت بنایا ہے مت دو (ہاں) اس میں سے اُن کو کھلاتے اور پہناتے رہو اور اُن سے معقول باتیں کہتے رہو۔

تجارت یا کاروباری معاملہ ادھار کا ہو اور اس کو خصوصی (معذور) افراد کی طرف سے تحریری شکل لانے کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: شَيْئًا فَإن كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لاَ يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ[15]"اور اگر قرض لینے والا متاثرہ ذہنی استطاعت یا ضعیف ہو یا تحریر لکھوانے کی قابلیت نہ رکھتا ہو تو جو اُس کا ولی ہو وہ انصاف کیساتھ تحریر لکھوائے۔ سفیہ کے بارے میں امام نسفی فرماتے ہیں: " یعنی مجنون کیونکہ سفیہ خفت عقل کو کہا جاتا ہے یا فضول خرچ اور تصرف سے جاہل ہونے کی بنا پر ممنوع التصرف ہو۔" [16]

سفیہ اور ضعیف اور دیگر معذوریوں کے حوالے سے مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں:۔"معاملات میں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس شخص پر حق عائد ہو وہ خفیف العقل یا سٹھیا ہوا بوڑھا یا نابالغ بچہ یا گونگا ہو یا کوئی دوسری زبان بولنے والا ہو جس کو کاتب نہیں سمجھتا اس لیے دستاویز لکھوانے پر اس کو قدرت نہیں ہوتی اس لیے اس کے بعد فرمایا اگر ایسی صورت پیش آئے تو ان کی طرف سے ان کا ولی لکھوادے۔ مجنون اور نابالغ کی طرف سے تو ولی کا ہونا ظاہر ہے کہ ان کے سارے معاملات ولی ہی کی معرفت ہوا کرتے ہیں اور گونگے یا دوسری زبان بولنے والے کا ولی بھی یہ کام کر سکتا ہے اور اگر وہ کسی کو اپنا وکیل بنادے تو ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید میں اس جگہ ولی دونوں معنی پر حاوی ہے۔"[17]

مجنون شخص فرمان نبوی ﷺ کے مطابق مرفوع القلم ہے۔ اس کے ممنوع التصرف ہونے کے بارے میں امام محمد علی بن زکریا منبجی کہتے ہیں:

"ولا يجوز تصرف المجنون المغلوب على عقله بحال ومن باع هولاء شيئاً او اشتراه وهو يعقل البيع ويقصده فالولى بالخيار"[18]

حدود، قصاص و تعزیرات اور خصوصی افراد کے حقوق

دینِ اسلام ہر انسان زندگی کو تحفظ دیتا ہے چاہے کسی جان کے ناحق قتل کو کبیرہ گناہ کے ارتکاب کا درجہ دینے کے ساتھ پوری انسانیت کے قتل کے ساتھ تعبیر کرتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قصاص و دیت کے احکامات جاری ہوتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءتْهُمْ رُسُلُنَا بِالبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيراً مِّنْهُم بَعْدَ ذَلِكَ فِي الأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ)[19]

جو شخص کسی کو بغیر اس کے وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد برپا کرنے والا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جو شخص کسی ایک انسان کی جان بچائے گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کر دیا۔

اسلام میں جان کے قتل کے ساتھ اعضاء کی قوت سلب ہونا، ان کا تلف ہونا یا مخصوص طرح کے زخم (حارصہ، دامعہ، دامیہ، باضعہ، متلاحمہ، سمحاق، موضحہ، ہاشمہ، منقلہ اور آمہ وغیرہ) جس سے انسان کی کوئی نہ کوئی صلاحیت یا جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے یا کسی عورت کا حمل کا اسقاط ہو جاتا ہے اس پر بھی قصاص کا طریقہ کا وضع کیا ہے۔ اگر قصاص میں برابری ممکن نہ ہو تو وہاں پر اسلام نے دیات کا نظام متعارف کروایا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق جو ایک جان کی دیت مقرر ہے اس کی موجودہ دور میں مالیت کڑوروں روپوں کی صورت میں بنتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے منصب خلافت پر مقرر ہونے کے بعد عوام الناس سے مخاطب ہونے کے بعد جو خطاب کیا اس میں کمزور کی داد رسی کی اشارہ کیا ہے فرمایا:

"واضيعف منكم قوى عندى حتى ازيح علته ان شاء الله والقوى فيكم الضيعف حتى آخذ الحق ان شاءالله"[20]

اور تم میں کمزور شخص میرے نزدیک طاقتور ہے یہاں تک میں اس کو اس کا حق دلا دوں ان شاء اللہ اور تمہارہ طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے حق لے نہ لو ان شاء اللہ۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک بچے کے مقدمہ قتل میں تمام شرکاء (بعض روایات میں چار، پانچ اور سات کا تذکرہ ہے) کو مستوجب قصاص قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا! '' اگر اہل صنعاء بھی اس قتل میں شریک ہوتے تو میں ان سب کو قصاص میں قتل کر دیتا''۔[21]

قرآن و حدیث کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اسلامی تعلیمات میں عدل و انصاف کے قیام اور اس کے فروغ پر بہت زور دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيتَاء ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهى عَنِ الْفَحْشَاء وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ)[22] "بے شک اللہ تعالیٰ عدل و احسان، قریبی رشتہ سے سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور برائی اور بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے۔"

اگر قرآن مجید کی اس نص کی فصاحت و بلاغت اور گہرائی کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے عدل کے ساتھ احسان کا بھی حکم دیا ہے۔ عدل کا دائرہ کار انسان کی پوری زندگی چاہے وہ انفرادی ہو یا اجتماعی سب پر محیط ہے۔ لیکن احسان کا معاملہ اس وقت کرنے کا حکم ہے جب ظلم و بربریت کا معاملہ ہو خلقیت کے اعتبار سے کچھ نہ کچھ کمی ہو۔

احسان کے بارے میں حقوق العباد کے مصنف اوصاف علی لکھتے ہیں۔احسان کا مادہ حسُن ہے جس سے مراد ہوتا ہے۔ اعضاء کا صحیح تناسب و توازن۔ لہٰذا حسن کے بنیادی معنی تناسب و توازن کے ہوئے اور الاحسان کے معنی کسی بگڑے ہوئے توازن کو درست کر دینااس سے مراد اگر کسی وجہ سے افراد معاشرہ میں سے کسی کی قوت یا صلاحیت میں کمی ہو گئی ہو تو اس کمی کو پورہ کر دینے کا نام احسان ہے۔[23]

شریعتِ اسلامیہ کی رو سے معذوری کے چند صورتیں ایسی ہیں۔جس میں انسان کا اپنے اقوال وافعال اور اعمال و نظریات پر قابو نہ رہے تو اس صورت میں شریعت محمدیہ ﷺ نے مرفوع القلم قرار دیا ہے اور قصاص و حدود اور تعزیرات کا نظام معطل کرتے ہوئے اربابِ اختیار کو ان پر سزا دینے میں معافی کے عنصر کو مد نظر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

> **"رفع القلم عن ثلاث عن النائم حتی یستیقظ وعن الصغیرحتی یکبروعن المجنون حتی یعقل اویفیق"[24]**
>
> تین لوگ مرفوالقلم ہیں۔ سویا جب تک نیند سے بیدار نہ ہو جائے، بچہ جب تک جوان نہ ہو جائے اور مجنون جب تک عقل مند نہ ہو جائے۔

جیسا کہ عمرؓ بن خطاب کی عدالت میں پاگل زانیہ عورت کا معاملہ پیش کیا گیا تو جب حضرت عمرؓ نے رجم کرنے کا حکم دیا تو حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے فیصلے کی اصلاح کی:

> **"عن ابی ظبیان الجنبی ان عمربن الخطاب اتی بامراۃ قد زنت فامربرجمہا فذھبوا بہا لیرجموھا فلقیہم علی فقال ما ھذہ قالوا زنت فامر عمررضی اللہ عنہ برجمہا فانتزعہا علی من ایدیہم وردھم فرجعوا الی عمر رض اللہ عنہ قال ما ردکم فقالوا ردنا علی فقال ما فعل ھذا علی الا بشیء قد علمہ۔ فارسل الی علی فجاء وھو شبہ المغضب فقال مالك رددت ھولآء قال اما سمعت النبی ﷺ یقول:((رفع القلم عن ثلاثۃ: عن النائم حتی یستیقظ وعن الصغیر حتی یکبر و عن المبتلی حتی یعقل)) قال بلی قال علی فان ھذہ مبتلاۃ بنی فلان فلعلہ اتاھا وھو بہا فقال عمررضی اللہ عنہ لا ادری قال وانا لا ادری فلم یرجمہا"[25]**

حضرت ابو ظبیان جنبیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت پیش کی گئی جس نے زنا کر لیا تھا، آپؓ نے اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا، لوگ اسے رجم کرنے جارہے تھے کہ راستے میں حضرت علیؓ سے ملاقات ہو گئی، آپؓ نے پوچھا اس کا کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس نے زنا کیا ہے اور حضرت عمرؓ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت علیؓ نے عورت کو ان سے چھڑا لیا اور سب کو حضرت عمرؓ کے پاس واپس بھیج دیا، وہ سب واپس گئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کیوں لوٹ آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ حضرت علیؓ نے ہمیں واپس بھیج دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے سن کر کہا ضرور کوئی بات ہے تبھی ہی حضرت علیؓ نے ایسا کیا ہے ورنہ ایسا نہ کرتے، پھر آپؓ نے حضرت علیؓ کو بلا بھیجا، آپؓ تشریف لائے تو آپؓ کے چہرے کو ناراضگی کے آثار تھے، حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا وجہ ہے آپؓ نے ان لوگوں کو کیوں واپس بھیجا ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ آپؓ نے نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا: ((تین قسم کے لوگ مرفوع القلم ہیں، سونے والا جب تک بیدار نہ ہو جائے، بچہ جب تک بالغ نہ ہو جائے، پاگل جب تک اس کا دماغ ٹھیک نہ ہو جائے۔)) حضرت عمرؓ نے کہا ہاں میں نے سنا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا تو یہ عورت فلاں قبیلہ کی پاگل ہے، ممکن ہے زانی نے ایسے وقت زنا کیا ہو جب اس کے حوش و حواس صحیح نہ رہے ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ تو معلوم نہیں ہے پھر آپؓ نے اسے رجم نہ کیا۔

سیاسی حقوق اور خصوصی افراد

اسلام خصوصی (معذور) افراد کو ملکی تعمیر و ترقی اور ریاست کے انتظام و انصرام میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے سیاسی حقوق بھی عطا کرتا ہے۔ اس کی روشن مثال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آنکھوں کی بصارت سے محروم صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ، کو اپنی عدم موجودگی میں مدینہ کو نیابت اور امامت کے فرائض سونپ دیتے تھے: **عن انس ان النبی ﷺ استخلف ابن ام مکتوم مرتین یوم الناس وھو اعمی**"[26] "حضرت انسؓ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن مکتومؓ کو نیابت کے فرائض سرانجام دیئے حالانکہ وہ بصارت سے محروم تھے۔"

اسلام کے سیاسی نظام میں قضاۃ کا منصب ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ منصب اسلامی معاشرے میں ان لوگوں کو دیا جاتا تھا جو تقوی اور پرہیزگاری اور علوم دینیہ میں ممتا حیثیت کے حامل ہوں۔ رسول اللہ ﷺ اس اہم منصب پر اپنے معذور صحابی حضرت سعد بن معاذؓ جو کہ جنگ کے باعث اپنے دونوں بازوں سے معذور ہو گئے تھے، کو فائز کرکے امت محمدیہ ﷺ اور پوری انسانیت کے لیے مشعل راہ بنا دیا کے لیے سنگ۔[27]

(i) **اظہارِ رائے کی آزادی کا حق**

اسلام کے دیے گئے حقوق میں سے ایک حق اظہارِ رائے کی آزادی کا بھی ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے خواتین کے حق مہر کے تعین کا ارادہ کیا اور اضافی حق مہر کو بیت المال میں جمع کرنے کا حکم صادر کرنا چاہا تو ایک عورت نے آپؓ کے اس فیصلے کو ویٹو کرتے ہوئے کہا۔ کیا آپؓ قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی:۔

> **(وَإِنْ أَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلاَ تَأْخُذُواْ مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَاناً وَإِثْماً مُّبِيناً)**[28]
>
> اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے واپس مت لو، اور کیا تم بہتان اور واضح گناہ کے ذریعے مال لو گے۔

حضرت عمرؓ نے اعتراض کرنے والی عورت کا شکریہ ادا کیا کہ اس میں انہیں ایک غلطی سے بچالیا۔[29]

(ii) **حق کفالت**

اسلام نے ایک مخصوص حصہ صدقاتِ واجبہ اور نافلہ کی صورت میں صاحب نصاب افراد پر مقرر کیا تھا اور اہل الذمہ سے ان حفاظت اور دوسری سہولیات کی فراہمی کے عوض میں جزیہ، خراج یا عشور کی شکل میں مقرر تھا اور اس کے علاوہ کوئی اور کوئی ٹیکس نہیں تھا۔ درحقیقت اسلامی ریاست کے بجٹ میں ایک حصہ بے روزگاروں، غرباء، مساکین اور مقروض لوگوں وغیرہ کی امداد اور بحالی کے مقرر کردیا۔ ارشاد ہوتا ہے: **إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاء وَالْمَسَاكِيْنِ**[30] "بے شک صدقات (یعنی زکوٰۃ و خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں کا حق ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی، اور آپ ﷺ کے دور کے بعد خلفائے راشدین نے ضرورت مندوں اور فقراء، یتیموں اور مساکین وغیرہ کی کفالت کے لیے ایک جامع منصوبہ تیار کیا کہ ہر ضرورت مند کا بیت المال سے روزینہ اور ماہانہ وظیفہ مقرر کردیا۔

(iii) **ملکیت کا حق**

اسلامی ریاست میں ایسی نجی املاک جو جائز طریقہ کار کے تحت حاصل کی گئی ہو جن سے شریعت کے مقرر کردہ تمام مسلمہ واجبات مثلاً زکوٰۃ، صدقات، عشر، ماں باپ، بیوی، اولاد، بہن، بھائی، اور عزیز و اقارب کی کفالت کے مصارف، حقوق وراثت اور دوسرے نفقات و واجبات ادا کرنے کے ساتھ اسلامی حکومت کی مقرر کردہ محصولات جو مستقل نوعیت کے ہوں یا عارضی نوعیت کے ادا کرنے کے بعد جو باقی بچ جاتا ہے اسلام اس کو اس کو ذاتی ملکیت تصور کرتا ہے۔ معاشرے کی کمزور افراد جائیداد کی ملکیت کی حفاظت اور دفاع اسلامی ریاست پر لازم ہے۔

قانون معاشرت اور خصوصی افراد کے حقوق

دینِ اسلام نے معاشرت کے اصول و قوانین عطا کیے ہیں کیونکہ دینِ اسلام خصوصی (معذور) افراد کو معاشرے عضو معطل کی طرح نہیں رکھنا چاہتا۔ بلکہ متحرک فرد و کار کن کے طور پر متعارف کروانا چاہتا ہے۔

مقالہ نگار نے یہ بات بری محسوس ہوتی ہے کہ خصوصی افراد کے اکثر و بیشتر اہل خانہ، سرپرست اپنے بچوں کو یا تو مدارس میں حفظ پر لگا دیتے ہیں یا حکومت کے تدریسی اداروں میں داخل کروا کر بھول جاتے ہیں کہ یہ بھی ان کے عزیز و اقرباء میں سے ہیں۔ گورنمنٹ ڈگری کالج آف سپیشل ایجوکیشن، بہاولپور میں دورانِ تدریس اس بات کا بھی مشاہدہ کیا ہے کہ خصوصی افراد مختلف تہواروں پر بھی گھر نہیں جاتے بلکہ ادھر اُدھر مختلف دوستوں کے ہاں پھر کر گزارہ کرتے ہیں۔ بعض مختلف انداز میں فراعنت کے اوقات میں کاروباری مراکز میں جا کر اپنا گزاران زندگی کماتے ہیں اور گھر والوں کے اخراجات کا بوجھ بھی برداشت کر رہے۔ اگر ان افراد کو سماجی اور معاشرتی طور پر معاشرے کی اکائی سمجھ لیا جائے اور انہیں اپنائیت کا تصور دیا جاتا تو متحرک رکن کے طور پر متعارف ہو سکتے ہیں۔ جس کو جدید دنیا میں (Community Based Rehabilitation) کہا جاتا ہے۔ جس کی تعریف یوں کی جاتی ہے۔ جس کا تصور اسلام نے صدیوں پہلے دیا ہے:

> "C.B.R: Foucuses on enhancing the quality of life people with disabilities and their families, meeting basic needs and ensuring inclusion and participation"[31]

ایک مرتبہ متاثرہ بصارت صحابی عبد اللہ ابن ام مکتومؓ نے آپ ﷺ سے اپنے عذر کی بنا پر گھر پر ہی نمازیں ادا کرنے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس کی اجازت نہ دی۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: **عن عبدالله بن ام مكتوم ﷺ قال يا رسول الله ان المدينة كثيرة الهوام واسباع وانا ضرير البصر فهل تجد لى من رخصة قال هل تسمع حى على الصلاة حى على الفلاح قال نعم قال فحى هلا ولم يرخص له۔**[32]" حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا اے اللہ کے رسول مدینہ منورہ میں بہت زیادہ حشرات اور درندے رہتے ہیں اور میں متاثرہ بصارت شخص ہوں کیا آپ ﷺ میرے لیے رخصت پاتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تو حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح ندا کی ندا سنتا ہے؟ تو حضرت عبد اللہؓ نے ہاں میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تو آپ مسجد کی طرف آؤ اور آپ ﷺ نے حضرت عبد اللہؓ ابن ام مکتوم کو رخصت نہ دی۔ مذکورہ بالا حدیث اس بات کی طرف واضح اشارہ کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے متاثرہ بصارت صحابی کو پانچ وقت مسجد میں دیکھنا چاہتے تھے کہ عبد اللہ ابن ام مکتومؓ معاشرے کی جتماعیت کے فوائد و ثمرات سے محروم ہونے کے ساتھ وہ سماجی و معاشرتی زندگی سے علیحدہ ہو گوشہ تنہائی میں قید ہو کر نہ رہ جائیں۔

(لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ۔۔۔)[33]

مندرجہ بالا آیت کے سبب نزول کے بارے میں امام ماوردیؒ تین اقوال لائے ہیں جن سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:

1۔ خصوصی افراد چاہے وہ کسی بھی قبیل سے ہوں اپنے ساتھ کھانا کھلانا چاہیے اوران کے کھانے کو علیحدہ نہیں رکھنا چاہیے۔

2۔ اگر انہیں کھانے کی دعوت ملے تو اپنے ساتھ گائیڈ کو لا سکتے ہیں اس پر کوئی ممانعت نہیں ہے

3۔ اگر خصوصی افراد کے پاس گھریلو حفاظت پر مامور ہوں تو وہاں سے کھا سکتے ہیں تو ان پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے۔[34]

اس آیت کی رو سے معذور افراد کو رخصت کی شکل میں خصوصی پروٹوکول دیا گیا ہے کہ وہ رشتہ داروں اور دوستوں کے گھروں میں سے جب بھوک اور پیاس کا احساس ہو تو ان میں سے کسی کے گھر سے بھی کھانے پینے کی اشیاء کھا سکتے ہیں۔ شریعتِ اسلامیہ نے معاشرے کے تمام افراد کے اموال میں ان کا حصہ مقرر کر دیا ہے۔

(i) خصوصی توجہ کا حق

شریعت اسلامیہ خصوصی افراد کو خصوصی توجہ کا بھی حق دیتی ہے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ مشرکین کے سرداروں کو تبلیغ فرمارہے تھے کہ اتنے میں بصارت سے محروم صحابی سیدنا حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوسروں سے محو گفتگو ہونے کی وجہ سے آپؐ حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ کی طرف متوجہ نہ ہوسکے تو اس پر درج ذیل آیات نازل ہوئیں:۔

عَبَسَ وَتَوَلَّى oأَن جَاءهُ الْأَعْمَى oوَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّى oأَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىo[35]

ان کے چہرہ پر ناگواری آئی، اور رخ موڑ لیا، اس وجہ سے کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا اور آپ کو کیا معلوم شاید وہ پاک ہو جاتا یا نصیحت قبول کرتا تو نصیحت اس کو فائدہ دیتی۔

آیاتِ مذکورہ خصوصی افراد کے حوالے سے مختلف پہلوؤں کی طرف نشاندہی بھی کرتی ہے ان میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ خصوصی افراد معاشرہ کے دیگر افراد کی نسبت زیادہ توجہ کے مستحق ہیں۔ عزت واحترام کے مرتبے کا تعین سماجی یا معاشرتی حیثیت کو دیکھ کر نہ کیا جائے، بلکہ اس کے لیے ذاتی کردار، تقویٰ و طہارت، اصلاح طلبی اور نیکی کے جذبے کو معیار بنایا جائے۔

(ii) عیادت کا حق

اسلام نے خصوصی افراد کے جس طرح دوسرے حقوق بیان کیا ہے اس طرح ان پر مسلمان پر مریض آدمی کی تیمارداری کا حق بھی بیان کیا ہے۔ تیمارداری کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بیماری میں مبتلا شخص کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جس سے وہ شخص

اپنے آپ کو اکیلا نہیں سمجھتا اور وہ بہت جلد بیماری یا صدمے سے باہر جاتا ہے اور معاشرے کے فعال کارکن بن جاتا ہے۔اس حق کے بارے نبی اکرم ﷺ ارشاد ہے:۔:

> حق المسلم على المسلم خمس: رد السلام، وعيادة المريض، واتباع الجنائز، واجابة الدعوة، وتشميت العاطس[36]
>
> مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں، سلام کا جواب دینا، بیماری کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے پر '' یرحمکَ اللہ '' کہ کر اسے کے لیے دعائے رحمت کرنا۔

اس سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ کوئی بھی شخص کسی دوسرے فرد کی تیمارداری کے جائے تو اس خیر وعافیت دریافت کرنے کے بعد اس کے لیے دعائیہ کلمات بھی کہے۔ کیونکہ تیمارداری کرنے اور اس کو حوصلہ دینے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے اس کے حق میں دعا کرنے سے مریض صحت یاب ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس میں بیماری کو جھیلنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

اسلام نے ان حقوق کے علاوہ بھی دیگر بنیادی حقوق عطا کیے ہیں بلکہ اس کے عملی نفاذ کے لیے تکوینی انتظامات بھی کیے ہیں جن پر عمل کر حقوق وفرائض کا ادائیگی کا سلسلہ جاری رہے۔

خلاصہ بحث

اس تحقیقی مقالہ میں خصوصی افراد کے خصوصی حقوق کا تعلیماتِ اسلامیہ کی روشنی میں مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ دین اسلام نہ صرف ہمہ گیر انسانی حقوق کا تصور دیا ہے بلکہ اس کے عملی نفاذ کے لیے ایک منظّم نظام بھی متعارف کروایا ہے دین اسلام نے خصوصی افراد کو معاشرے کے عام افراد کی طرح حقوق عطا کیے ہیں چاہے وہ نظام عبادت ہو یا نظام معاشرت ، معاشی نظام ہو ،سیاسی نظام ہو یا کہ زندگی کے ہر میدان میں نہ صرف بنیادی حقوق عطا کیے ہیں بلکہ ان افراد کو حقوق وفرائض کی ادائیگی کے دوران پیش آنے والی مشکلات کو دور کرنے کے لیے اور ان کے حقوق کو مؤثر اور فعال بنانے کے لیے رخصت کی مختلف نوعیتوں کی صورت میں خصوصی حقوق کا اہتمام کیا ہے۔ان خصوصی حقوق کو فقہائے کرام نے التیسیر ، التخفیف ، الترخیص، التوسعۃ اور رفع الحرج وغیرہ نام دیا ہے۔ حقوق کی وجہ سے اسلامی تاریخ میں خصوصی افراد کلیدی مناصب پر فائز رہے ہیں جبکہ اس کے برعکس اہل مغرب کی ان کے حوالے سے کوششیں چند دہائیوں پر محیط ہے۔ عصرِ حاضر میں ان افراد کے حقوق کے حوالے سے کی گئی کوششیں تو کی گئی ہیں لیکن عملی نفاذ نہ ہونے کی وجہ سے خصوصی افراد کا حقوق کے نام پر استحصال کیا جا رہا ہے۔

References

[1]Al-Baqarah 2: 185.

[2]Aḥmad ibn Abubakr Ibn Ismā'īl al-Buṣyarī, Itḥāf al-Khiyarah al-Maharrah bi Zawā'id al-Masānīd al-'Asharah, Maṭba'ah Dār al-Waṭn, 1:26.

[3] Zayn al-'Ābidīn ibn Ibrāhīm Ibn Nujaym, al-Ashbāh wa al-Nazā'ir (Beirūt,:Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1980AD), 85.

[4] Ibn Nujaym , Al-Ashbāh wa al-Nazā'ir, 1:83.

[5] Al-Mā'idah5: 6.

[6] Abū Dāwūd, Sulaymān ibn Ash'ath al-Sajistānī, Sunan (Beirūt: Dār al-Fikr, n.d), 1:189, Ḥadīth no: 572.

[7]Aḥmad ibn Abdul Ḥalīm Ibn Taymiyah, abū al-'Abbās, Majmū' al-Fatāwā: 21:399.

[8] Ibn Nujaym , Al-Ashbāh wa al-Nazā'ir, 28.

[9] Ibn Nujaym , Al-Ashbāh wa al-Nazā'ir, 28.

[10]Aḥmad ibn Shu'ayb Al-Nisā'ī, Abu Abdul Reḥman, al-Sunan (Ḥalab: Maktabah al-Maṭbū'āt al-Islamiyyah, 1986AD), 6:156.

[11] Al-Nisā': 95.

[12]Al-Bukhārī, Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ li al-Bukhārī, 3:1044, Ḥadīth no: 2684.

[13] Abū al-Ḥassan 'Alī ibn 'Umar ibn Aḥmad Dāraqutnī, Sunan Egypt: Wizārah al-Auwqāf al-Miṣrīyyah, n.d), 7:314, Ḥadīth no: 3051.

[14]. Al-Nisā'4: 5

[15]. Al-Baqarah2: 282

[16] Abdullah Ibn Aḥmad Abū al-Barakāt Al-Nasfī, , Tafsīr Madārik, Trans. Mawlānā Shams al-Dīn(Lahore: Maktabah al-'Ilm n.d), 1:393.

[17]Mu'arif al-Qur'ān: 1/ 686

[18]Abu Muḥammad 'Alī Ibn Zakariyya, al-Lubāb fi al-Jam' bayn al-Sunnah wa al-Kitāb (Dimashq: Dār al-Qalam, 1994AD), 1:340.

[19]Al-Mā'idah 5: 32.

[20] Ismā'īl ibn 'Amar abu al-Fidā' Ibn Kathīr, al-Bidāyah wa al-Nihāyah, 6:305.

[21]Aḥmad ibn al-Ḥussayn ibn Mūsā abu Bakr Al-Bayhqī, al-Sunan al-Kubrā Al-Makkah al-Mukarramah: Maktabah Dār al-Bāz, 1994AD), 8:14,40.

[22].Al-Naḥl 16: 90.

[23] Auwsāf 'Alī, Ḥuqūq al-Ebād (Lahore: Idārah Khidmat fī Sabīlillah, 'Aynak Maḥal Shāh 'Alam. N.d),200-201.

[24] Al-Nisā'i, Al-Sunan, 6:156, Ḥadīth no: 3442.

[25]Abu Abdullah, Musnad Aḥmad Ibn Hanbal (Egypt: Mu'assisah Qartubah n.d) 1:154, Ḥadīth No: 1327.

[26]Abu Dāwūd, Sulaymān ibn Ash'ath al-Sajistānī, Sunan. Ed. Muḥammad Moḥayy al-Dīn Abdul Ḥamīd (Beirūt: Dār al-Fikr , n.d), 2:306, Ḥadīth no: 595.

[27] Ṣafī al-Reḥman Mubārakpurī, al-Raḥīq al-Makhtūm, Lahore: Maktabah salafiyyah, 1993AD), 513.

[28] Al-Nisā'4: 20.

[29] Ibn Ḥazam, al-Aḥkām (Riyād :Bayt al-Afkār al-Adillah li al-Nashr wa al-Tawzī', 1998AD), 2:245,244.

[30] Al-Tawbah 12: 60.

[31] www.who.int./disabilities/cbr/en/defination.

[32]Al-Nisā'i, al-Sunan, 2:109, Ḥadīth no. 851.

[33.]Al-Nūr 24: 61.

[34] Al-Ḥāwī al-Kabīr: 14:25-251.

[35]Abas: 1-4.

[36] Al-Bukhārī, Al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī: 1:418, Ḥadīth no. 1183.